ہمارے بچے بہت ذہین ہیں لیکن سنبل!

تحریر: سہیل احمد لون

وطن عزیز میں شاید کچھ اچھا ہوتا ہی نہیں اسی وجہ سے انٹرٹینمیٹ کی خبریں ہمسایہ ملک سے درآمد کرنی پڑتی ہیں۔زرعی ملک ہونے کا دعوی کرنے کے باوجود اگر ہمیں پیاز، ٹماٹر اور گندم درآمد کرنا پڑ سکتے ہے تو پھر انٹرٹینمنٹ کی خبریں صرف غیر ملکی ہوں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ وطن عزیز سے اچھی خبر آٹے میں نمک کے برابر ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔چند ہفتے قبل میں اپنے آبائی شہر لاہور چھٹیاں منانے گیا تو اپنے ایک ڈاکٹر دوست کو ملنے اس کے پرائیویٹ کلینک پہنچا۔اس نے ایک بزرگ مریض کا طبی معائنہ کیا، دوائیوں کا کوئی نسخہ لکھا اور ساتھ پرہیز کے طور پر پاکستانی نیوز دیکھنے اور پڑھنے سے منع کر دیا۔یہ حقیقت ہے کہ ہماری خبریں کسی بھی صحت منداور حساس انسان کو چند دنوں میں نفسیاتی مریض بنا سکتی ہیں۔میڈیا کا مقصد صرف افراتفری پھیلانا، بلیک میلنگ کرنا، غیر ریاستی ایجنڈا کا غیر محسوس طریقے سے پرچار کرنا اور صرف منفی پہلوؤں کی تشہیر کرنا نہیں ہوتا بلکہ عوام الناس کو تفریح، حقائق پر مبنی خبریں، ملکی و بین الاقوامی سیاست، نیوٹرل تجزیے، حالات حاضرہ اور ماضی میں پیش ہونے والے اہم واقعات پیش کرنا بھی ہوتا ہے۔ایسی خبریں جو وطن عزیز کی بدنامی کا باعث بنتی ہیں ملکی و بین الاقوامی میڈیا بہت جوش سے شائع کرتا ہے۔مگر کبھی کبھار ذائقہ بدلنے کی غرض سے کوئی اچھی خبر بھی دیکھنے کو مل ہی جاتی ہے۔چند روز قبل ایک نوجوان پاکستانی طالب علم ہارون طارق نے (IGCSE) انٹرنیشنل جنرل سرٹیفیکیٹ سیکنڈری ایجوکیشن کے (O,A) او اور اے لیولز میں مجموعی طور پر 47 میں A گریڈ لینے کا نیا عالمی ریکارڈ قائم کیا۔یہ کارنامہ کرنا اتنا آسان کام نہیں تھا کیونکہ ہارون کو پچاس مختلف مضامین پڑھنے پڑے جس میں کچھ مضامین فرانسیسی اور ہسپانوی زبانوں میں بھی تھے۔ہماری دھرتی کی مٹی زرخیز ہی نہیں بلکہ یہاں بسنے والوں کے دماغ بھی بہت زرخیز ہیں۔زمین جتنی بھی زرخیز کیوں نہ ہو جب تک کسان اس پر محنت نہ کرے یا مالی اپنے چمن کی حفاظت نہ کرے تو وہ معیاری اناج، پھل اور پھول نہیں اگا سکتے۔اگر وہ غفلت برتیں تو ان کی فصلوں اور پھلوں پر خطرناک کیڑوں مکوڑوں کا حملہ بھی ہو سکتا ہے جس سے سب کچھ تباہ ہو جائے۔یہی حال ہماری نوجوان نسل کا ہے اگر ان کے ٹیلنٹ کو درست سمت نہ دی گئی تو ان کی ذہانت منفی کاموں میں صرف ہونا شروع ہو جائے گی۔ہارون طارق کا تعلیمی میدان میں یہ کارنامہ ملک وقوم کے لیے باعث افتخار ہے۔ہمارا تعلیم کا سالانہ بجٹ وزیر اعظم ہاؤس یا ایوان صدر کے سالانہ بجٹ سے کہیں کم ہے مگر پھر بھی تعلیمی میدان میں ہمارا عالمی ریکارڈ بنانا کوئی معمولی بات نہیں۔اس سے قبل بھی O لیول میں 28 اے لینے کا ریکارڈ بھی پاکستانی طالب علم زوہیب اسد کا تھا۔دنیا میں کم عمر میں O لیول امتیازی نمبروں میں پاس کرنے کا ریکارڈ بھی پاکستانی طالبہ ستارہ بروج کے پاس ہے۔پاکستان کے علی معین نوازش نے A لیول میں 23 اے لینے کا ریکارڈ قائم کیا تو اس وقت ان کی عمر 23 برس بھی نہ تھی۔ہمارے محلے گھوڑے شاہ لاہور کے ایک متوسط گھرانے کی طالبہ ناصرہ نور الہی نے ایم ایس سی فزکس میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے گولڈ میڈل حاصل کیا۔پی ایچ ڈی کے بعد ناصرہ ہاورڈ یونیورسٹی واشنگٹن میں لیکچرار

کے عہدے پر فائز ہونے والی پہلی اور واحد پاکستانی خاتون ہیں۔ ہاورڈ یونیورسٹی واشنگٹن میں ناصرہ کی پیشہ وارانہ مہارت واشنگٹن کے سیاسی اکابرین کو یہ پیغام ضرور دیتی ہے کہ ہمارے ملک میں دہشت گردی کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ ارفعہ کریم مرحومہ نے 9 برس کی عمر میں کمپیوٹر کی دنیا میں مائکرو سافٹ سرٹیفائیڈ پروفیشنل ہونے کا اعزاز اپنے نام کر کے ملک کا نام روشن کیا۔ محدود وسائل کے باوجود نوبل پرائز سائنسدان بھی ہماری دھرتی سے جنم لیتا ہے، شدید معاشی بحران میں بھی ایٹمی طاقت بننا اس بات کی علامات ہیں کہ ہماری عوام میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں مگر حالات سازگار نہیں ملتے ،مناسب مواقع میسر نہیں آتے۔ تعلیمی میدان میں ستارہ بروج، علی معین نوازش، زوہیب اسد اور ہارون طارق نے جو کارنامے انجام دیے ہیں ان کو عالمی سطح پر اس لیے جانچا گیا کہ انہوں نے نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کا انتخاب بین الاقوامی تقاضوں کے مطابق کیا۔ ہمارے ملک میں اکثریت اس بات سے ناآشنا ہے کہ A اور O لیول ہے کیا؟ A اور O لیول کرنے کے لیے غریب انسان کا معاشی لیول گرتا جا رہا ہے۔ وطن عزیز کے ہر محلے میں مساجد، مدرسے اور سکولوں کی بھرمار ہے۔ مسجد اور دینی مدرسہ مسلک اور فرقہ کے لحاظ سے دینی تعلیم دے رہے ہیں، پگڑیوں، ٹوپیوں کی بناوٹ اور رنگ سے کسی مخصوص مسلک ،فرقے کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ تعلیم کی بنیاد پرائمری سے مڈل سکول پر منحصر ہوتی ہے۔ ہر گلی میں پرائیویٹ سکول ہیں جہاں اپنا نصاب اور یونیفارم ہوتا ہے۔ سرکاری سکولوں کا حال پرائیویٹ سکولوں سے بھی خستہ ہے۔ ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو نظام اور نصاب تعلیم رائج ہے وہ جدید دور کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی صاحب حیثیت شخص اپنے بچوں کو اس نظام و نصاب تعلیم سے دور ہی رکھتا ہے۔ یہ المیہ ہے کہ غریب اور امیر کے بچوں کا نظام و نصاب تعلیم ہی الگ ہیں۔ بھارت نے تقریباً تین دہائیاں قبل اپنا نصاب اور نظام تعلیم جدید تقاضوں کے مطابق تبدیل کیا۔ جس کے مثبت نتائج آج سب کے سامنے ہیں۔ پاکستان کی مسلح افواج کا شمار اگر دنیا کی بہترین فوج میں کیا جاتا ہے تو اس کی بنیادی وجہ حساس اداروں میں تعلیمی معیار جدید تقاضوں کے مطابق ہونا ہے۔ اس کے علاوہ دفاعی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جدید فوجی ساز و سامان سے لیس کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ F86 یادگار کے طور پر کسی نہ کسی چوک کی زینت بنے ہیں اور ان کی جگہ جدید جنگی جہازوں نے لے لی ہے۔ ہماری خواندگی کی شرح خوفناک حد سے کم ہے حالانکہ اس میں عائلہ ملک اور جمشید دستی جیسے ڈگری ہولڈرز کے علاوہ وہ لوگ بھی شامل ہیں جو بمشکل لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ بجلی کی لوڈشیڈنگ اور جہالت کے اندھیرے میں ڈوبی ہوئی عوام کے شعور کو جگانے کے لیے تعلیم کی روشنی بے حد ضروری ہے۔ جس کے لیے کم از کم میٹرک تک تعلیم مفت اور لازمی ہونی چاہئے، امیر غریب سب کے لیے یکساں نصاب و نظام تعلیم جدید تقاضوں کے عین مطابق ہونا چاہیے۔ اگر ہم جدید اور معیاری تعلیمی پالیسی کا نفاذ ہنگامی بنیادوں پر کر دیتے ہیں تو ہارون طارق، زوہیب اسد، ارفعہ کریم، ناصرہ، معین علی نوازش جیسے ان گنت ستارے تعلیمی افق پر جگمگاتے نظر آئیں گے۔ یہی درخشاں ستارے ہمارے لیے اچھی خبروں کا ،وجہ بھی ہونگے تو پھر ہو سکتا میڈیا کو اچھی خبر ''درآمد'' نہ کرنا پڑے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ فراہم کر بھی دیا جائے اور مستقبل کے معماروں کی زندگی اور اُن کے خاندان کی عزت محفوظ نہ کی جائے تو پاکستان اور اس کے جغرافیہ سے باہر مقیم بچے بھی نفسیاتی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بچے اگر بڑے ہو جائیں تو یہ سب سے بڑا سرمایہ ہے لیکن اگر اعلیٰ تعلیم سے روشناس ہو جائیں تو یہ اُس سے بھی بڑی بات ہے۔ مگر پاکستان سے جب سنبل کے ساتھ ہونے

والی زیادتی کی خبر آتی ہے تو اہل وطن پر تو جو قیامت ٹوٹتی ہے وہ تو سب آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں لیکن پردیس میں ہمارے پاس رونے کیلئے کوئی کندھا بھی نہیں ہوتا کہ ہم اپنی معصوم بیٹیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی پر آنسو بھی بہا سکیں۔گزشتہ دو ہفتوں کے دوران پنجاب سے بیٹیوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیاں اور بیٹیاں پیدا کرنے والی ماوں کے ساتھ ہونے والے سلوک نے دیارِ غیر میں ہمارا سر شرم سے جھکا دیا ہے۔ہمیں بچوں کو ہر طرح کی تعلیم دینی چاہیے جس میں جنسی درندوں سے بچنے کی تعلیم بھی شامل ہونی چاہیے کہ جدید دنیا میں اب اس کی تعلیم عام ہے۔اگر ڈیٹنگی کو نصاب کا حصہ بنایا جا سکتا ہے تو جنسی وائرس تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا پھر اسے نصابِ تعلیم کا حصہ بنانے میں کیا قباحت ہے۔اللہ تعالیٰ کسی کو بیٹی کا ایسا دکھ نہ دکھائے جیسا سنبل کے ماں باپ کو دیکھنے کو ملا ہے۔کاش! ہم نے دہشتگردی کی تعلیم کے بجائے اپنے بچوں کو انسان بنانے کی کوشش کی ہوتی لیکن یہ ابھی بھی ممکن ہے ۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

14-09-2013.